جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۲۹)

(گزشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا، وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ، وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا، سُبْحٰنَکَ، فَقِنَا عَذَابَ

(یہ[۲۶۴] عقل کے اندھے ہیں، اِس لیے پیغمبر پر ایمان کے لیے نشانی مانگتے ہیں، ورنہ) حقیقت یہ ہے کہ زمین و آسمان کے بنانے میں اور دن اور رات کے باری باری آنے میں اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو بصیرت والے ہیں۔ اُن کے لیے جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے اور زمین و آسمان کی خلقت میں غور کرتے رہتے ہیں[۲۶۵]۔ (اُن کی دعا یہ ہوتی ہے کہ) پروردگار، تو نے یہ سب بے مقصد نہیں بنایا ہے۔ تو اِس سے پاک ہے کہ مقصد کے بغیر کوئی کام کرے۔ سو ہم کو دوزخ کے عذاب سے

---

[۲۶۴] سورہ کی آخری فصل ختم ہوئی۔ یہاں سے اب خاتمۂ سورہ کی آیات شروع ہوتی ہیں۔

[۲۶۵] اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے نزدیک اہل عقل اور ارباب بصیرت وہی ہیں جو اس کارخانۂ ہستی پر غور کر کے خدا اور آخرت کے ذکر و فکر تک رہنمائی حاصل کریں۔ نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اللہ کا ذکر ہر حال میں مطلوب ہے اور جس طرح یہ ذکر مطلوب ہے، اسی طرح فکر بھی مطلوب ہے، اس لیے کہ آخرت کا یقین اسی فکر سے

النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ، اِنَّكَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَيۡتَهٗ، وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ، اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىۡ لِلۡاِيۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ، فَاٰمَنَّا

بچا لے۔ پروردگار، تو نے جسے دوزخ میں ڈالا، اُسے درحقیقت بڑی رسوائی میں ڈال دیا اور (وہ ایسی جگہ ہے کہ) ظالموں کا (وہاں) کوئی مددگار نہ ہوگا۔[۲۶۶] پروردگار، ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا

حاصل ہوتا ہے۔ یہ نہ ہو تو ذکر محض زبان کا ایک شغل بن کر رہ جاتا ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

[۲۶۶] ان آیتوں میں قرآن نے کمال بلاغت کے ساتھ واضح کر دیا ہے کہ جو سچے ارباب بصیرت خدا کو یاد رکھتے اور زمین و آسمان کی خلقت میں غور کرتے رہتے ہیں، ان کا یہ ذکر و فکر کس طرح انھیں صحیح نتائج تک پہنچا دیتا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''... یہ ذکر و فکر خود بخود ان کو اس نتیجے تک پہنچا دیتا ہے کہ یہ عظیم کارخانہ بے غایت و بے مقصد نہیں ہو سکتا اور جب بے غایت و بے مقصد نہیں ہو سکتا تو لازم ہے کہ یہ محض اتنے ہی پر تمام نہ ہو جائے، جتنا ظاہر ہو رہا ہے، بلکہ ضروری ہے کہ ایک دن ایسا آئے جس میں گناہ گار اور نیکوکار، دونوں اپنے اپنے اعمال کا بدلہ پائیں اور اس دنیا کی خلقت میں جو عظیم حکمت پوشیدہ ہے، وہ ظاہر ہو۔

آسمان و زمین کی خلقت اور رات اور دن کی آمد و شد میں جو نشانیاں ہیں، ان کی طرف یہاں صرف اجمالی اشارہ ہے۔ ان کی تفصیل پورے قرآن میں پھیلی ہوئی ہے۔ قرآن نے بڑی وضاحت کے ساتھ گوناگوں پہلوؤں سے آفاق کی ان نشانیوں کو نمایاں کیا ہے جو شہادت دیتی ہیں کہ اس کائنات کے پیچھے صرف ایک عظیم طاقت ہی نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ عظیم حکمت بھی ہے۔ صرف بے پناہ قدرت ہی نہیں ہے، بلکہ بے پایاں رافت و رحمت بھی ہے۔ صرف بے اندازہ کثرت ہی نہیں ہے، بلکہ اس کثرت کے اندر نہایت حیرت انگیز توافق و توازن بھی ہے۔ یہ چیز ظاہر کرتی ہے کہ اس دنیا کا پیدا ہونا نہ تو کوئی اتفاقی سانحہ ہے، نہ کسی کھلنڈرے کا کھیل ہے، بلکہ یہ ایک قدیر و حکیم، عزیز و غفور اور سمیع و علیم کی بنائی ہوئی دنیا ہے۔ اس وجہ سے یہ بات اس کی فطرت کے خلاف ہے کہ یہ خیر و شر اور نیک و بد کے درمیان امتیاز کے بغیر یوں ہی چلتی رہے یا یوں ہی تمام ہو جائے۔ اگر ایسا ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یا تو اس کا کوئی خالق و مالک ہی نہیں ہے، یہ آپ سے آپ کہیں سے آ دھمکی ہے اور اسی طرح چلتی رہے گی یا یہ کہ نعوذ باللہ اس کا خالق کوئی کھلنڈرے مزاج کا ہے جو کسی کو گداگر، کسی کو تونگر، کسی کو ظالم اور کسی کو مظلوم بنا کر اس کا تماشا دیکھ رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں اس قدرت اور اس حکمت کے بالکل منافی ہیں جن کی شہادت اس

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

رَبَّنَا، فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا، وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا، وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا، وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ، وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴿۱۹۴﴾

تھا کہ لوگو، اپنے پروردگار کو مانو تو ہم نے مان لیا۔[۲۶۷] اب تو ہمارے گناہوں کو بخش دے، اے مالک۔ ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے اور ہمیں (اپنے) وفادار بندوں کے ساتھ موت دے۔ پروردگار، اپنے رسولوں کی زبان سے جو وعدے تو نے کیے ہیں،[۲۶۸] وہ ہمارے لیے پورے کر دے اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کر۔ بے شک، تو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔[۲۶۹] ۱۹۰-۱۹۴

کائنات کے گوشے گوشے سے مل رہی ہے۔ ایسی علیم و حکیم ہستی کی شان علم و حکمت کے یہ بات بالکل منافی ہے کہ وہ کوئی بے حکمت کام کرے۔

اس طرح اس کائنات کی قدرت و حکمت پر غور کرنے والا شخص نہ صرف خدا تک، بلکہ اقرار آخرت تک خود پہنچ جاتا ہے اور جس کا ذہن اس حقیقت تک پہنچ جائے گا، ظاہر ہے کہ جزا و سزا کے تصور سے اس کا دل کانپ اٹھے گا اور اس کے اندر شدید داعیہ اس بات کے لیے پیدا ہو گا کہ وہ اس عذاب اور اس رسوائی سے پناہ مانگے جو ان لوگوں کے لیے مقدر ہے جو اس دنیا کو بس ایک کھلنڈرے کا کھیل سمجھتے رہے اور اس طرح انھوں نے اپنی ساری زندگی بالکل بطالت میں گزار دی۔'' (تدبر قرآن ۲/ ۲۲۷، ۲۲۸)

ان آیتوں کے آخری جملے پر غور کیجیے تو یہ بات بھی ان میں واضح کر دی گئی ہے کہ قیامت کے دن اس رسوائی سے زیادہ تر وہ لوگ دوچار ہوں گے جو جھوٹی شفاعتوں پر تکیہ کیے بیٹھے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ اس دن ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہو گا۔

[۲۶۷] یعنی معجزات اور خوارق نہیں مانگے اور نہ کٹ حجتیاں کی ہیں، بلکہ پیغمبر کی آواز اور اس کا چہرہ ہی ہمارے لیے معجزہ بن گیا۔ چنانچہ ہم نے جب یہ دیکھا کہ خدا اور آخرت پر ایمان کی یہ دعوت ہمارے دل کی آواز ہے، ہمارا باطن اس کی شہادت دیتا ہے اور علم و عقل بھی اسی کا تقاضا کرتے ہیں تو بغیر کسی تردد کے ہم نے اسے مان لیا ہے۔

[۲۶۸] اصل میں 'ما وعدتنا علی رسلك' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں ایک مضاف عربیت کے قاعدے کے مطابق حذف ہو گیا ہے، یعنی 'علی السنة رسلك'۔

[۲۶۹] اپنے ایمان پر اظہار فخر کے بجائے یہ ان ارباب بصیرت نے نہایت عاجزی اور فروتنی کے ساتھ اپنے آپ کو اپنے رب کے آگے ڈال دیا ہے کہ جس طرح اس نے قبول حق کی توفیق عطا فرمائی ہے، اسی طرح وہ ان کی

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ، مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى، بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ، فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ، وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

سو اُن کے پروردگار نے اُن کی یہ دعا (اِس طرح) قبول فرمائی کہ[۲۷۰] مرد ہو یا عورت، میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا کوئی عمل ضائع نہ کروں گا۔[۲۷۱] تم سب آپس میں ایک ہی ہو۔[۲۷۲] لہٰذا جنھوں نے ہجرت کی ہے اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں اور میری راہ میں ستائے گئے اور (میرے لیے) لڑے اور مارے گئے ہیں، اُن کے گناہ میں اُن سے دور کر دوں گا اور ایسے باغوں میں اُن کو داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اُن کی جزا ہے اللہ کے ہاں اور بہترین جزا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔[۲۷۳] ۱۹۵

کوتاہیوں سے بھی درگزر فرمائے اور اس راہ کی مشکلات ان کے لیے آسان کر دے۔

[۲۷۰] یہ نہایت بلیغ اسلوب میں دعا کی قبولیت کا اظہار ہے۔ گویا ادھر یہ دعا زبان پر آئی اور ادھر جواب آ گیا کہ پروردگار نے اسے قبول کر لیا ہے۔

[۲۷۱] یہ ان تمام اہل ایمان کی حوصلہ افزائی ہے جو خدا کی راہ میں ہجرت اور جہاد جیسے مراحل سے گزرے اور معاندین اسلام کے ہاتھوں لرزہ خیز مظالم کا ہدف بنے رہے۔ مرد ہو یا عورت کے الفاظ اس جملے میں خاص طور پر اس لیے بڑھائے گئے ہیں کہ اس زمانے میں خواتین پر جو ستم توڑے جا رہے تھے، وہ ایسے سخت تھے کہ ان کو سن کر آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ’’...اس ٹکڑے نے کلام کو بالکل مطابق حال کر دیا۔ اور کون اندازہ کر سکتا ہے کہ ان دو لفظوں نے ان مظلوم خواتین کی کتنی ڈھارس بندھائی ہو گی جو محض اسلام کی خاطر طرح طرح کے مظالم کا نشانہ بنی ہوئی تھیں۔‘‘

(تدبر قرآن ۲/۲۳۱)

[۲۷۲] یہ اس بات کی دلیل بیان فرمائی ہے کہ مرد و عورت، دونوں کا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیوں ایک ہی حیثیت رکھتا ہے؟ اس سے اگر غور کیجیے تو قرآن نے ان تمام جاہلی نظریات کی تردید کر دی ہے جو عورت کو ایک فروتر مخلوق اور مرد کو اس کے مقابل میں برتر قرار دیتے تھے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ
جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾
وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ

اِس ملک کے شہروں میں منکروں کی یہ چلت پھرت[۲۷۴] تجھے کسی مغالطے میں نہ ڈالے، (اے پیغمبر)۔ یہ تھوڑا سا لطف ہے،[۲۷۵] پھر اِن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے۔ اِس کے برخلاف جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے، اُن کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کی طرف سے اُن کے لیے پہلی مہمانی ہے[۲۷۶] اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے، اُس کے وفادار بندوں کے لیے وہ کہیں بہتر ہے۔ ۱۹۶-۱۹۸

اور (اِن وفادار بندوں سے اہل کتاب بھی خالی نہیں ہیں)۔ یہ حقیقت ہے کہ اِن اہل کتاب میں ایسے بھی ہیں جو خدا پر سچا ایمان رکھتے ہیں، اُس (کتاب) پر ایمان رکھتے ہیں جو تمھاری طرف نازل کی گئی ہے

---

[۲۷۳] اصل میں 'ثوابًا من عند الله' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں 'ثوابا' مصدر کے محل میں ہے اور اس کے معنی اس ثمرے اور نتیجے کے ہیں جو کسی عمل کے ردعمل میں اس عمل کے کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔ اس تعبیر کی بلاغت استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس طرح واضح فرمائی ہے:

> ''...بندوں کے حقیر اعمال پر اللہ تعالیٰ جو ابدی اور لازوال انعامات عطا فرمائے گا، ان کو ثواب کے لفظ سے تعبیر کر کے رب کریم نے بندوں کے اعمال کی قدر و قیمت بڑھائی ہے۔ ورنہ ذرے اور پہاڑ میں کیا نسبت ہے۔ 'من عند الله، والله عنده حسن الثواب' کے الفاظ سے اسی بعد کو رفع فرمایا گیا ہے۔ یعنی ہے تو تمھارے ہی عمل کا بدلہ، لیکن ہے اللہ کے پاس سے، جس کے پاس حسن ثواب کے خزانے ہیں۔ وہ داتا جس کو جتنا چاہے دے دے۔ اس کے پاس کیا کمی ہے۔'' (تدبر قرآن ۲/۲۳۱)

[۲۷۴] اصل میں لفظ 'تقلب' استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد وہ آزادی و خودمختاری اور ایک نوعیت کا غلبہ اور زور ہے جو پیغمبر کے منکروں کو مسلمانوں کے مقابل میں اس وقت سرزمین عرب میں حاصل تھا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

اور اُس پر بھی جو (اِس سے پہلے) اُن کی طرف نازل کی گئی تھی، اللہ سے ڈرتے ہوئے۔ وہ اللہ کی آیتوں کو تھوڑی قیمت پر بیچ نہیں دیتے۔ اُن کا اجر اُن کے پروردگار کے پاس ہے۔ (وہ بہت جلد اُنھیں مل جائے گا)، اِس لیے کہ اللہ حساب چکانے میں دیر نہیں لگاتا۔ ۱۹۹

ایمان والو، (آخری فتح تمھاری ہوگی، لیکن اِس کے لیے ضروری ہے کہ) صبر کرو، اپنے حریفوں کے مقابلے میں پامردی دکھاؤ، مقابلے کے لیے تیار رہو اور (تمام معاملات میں) اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ کامیاب رہو۔ ۲۰۰

---

[۲۷۵] اصل میں 'متاع قلیل' کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ خبر ہے جس کا مبتدا یہاں اس لیے حذف کر دیا گیا کہ ساری توجہ اسی خبر پر مرکوز رہے۔

[۲۷۶] اصل میں لفظ 'نزلا' آیا ہے۔ اس کا نصب حال کے لیے ہے اور یہ اس ضیافت کے لیے آتا ہے جو کسی مہمان کے آنے پر سب سے پہلے اسے پیش کی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے لیے پہلی پیش کش ہی جنت ہوگی۔ اس کے بعد انھیں مزید کیا ملنے والا ہے، اس کا اندازہ اس پیش کش سے کیا جا سکتا ہے۔

—— جاوید

اتوار، ۵ مارچ ۲۰۰۶ء

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net